Lesson 7: Nahl (Ayaat 96- 113): Day 28 سُوْرَۃُ النَّحل کی تفسیر

پچھلی بات کا خلاصہ :۔

دعوت کا کام کوئی بے عقلی سے کرنے والا کام نہیں ہے، جذباتیت سے بھی کرنے والا نہیں ہے۔ ہم اکثر گلہ کرتے ہیں کہ لوگوں کو بُلائیں تو نہ وہ آتے ہیں اور نہ بات سُنتے ہیں تو تدریج کو سامنے رکھیں ۔اس آیت میں دیکھیں اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ، جب بھی لوگوں کو دین کی دعوت دیں تو دل میں یہ نیت ہو کہ وہ اللہ سے جڑ جائیں۔ اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ سے گول بنائیں۔ دعویٰ کورس ہے تو دعوت کا گول یہ بنائیں کہ لوگ رب سے جُڑ جائیں۔ جب اس گول سے ہٹ کر لوگوں کو دین کی دعوت دیتے ہیں تو وہ دعوت اپنے ہی کسی فائدے کے لئے ہوتی ہے اور پھر ایسی بات لوگوں کے دل پر نہیں آتی۔

2۔ دوسری بات جو یہاں بیان ہوئی بِالۡحِكۡمَةِ حکمت یعنی پہلا مرحلہ حکمت ہے۔ پہلے ہم نے اسے سٹیپس میں سمجھا، اب ہم اسے لوگوں کے رویوں کے مزاج میں سمجھیں۔

لوگوں کے رویے مزاج کی روشنی میں۔

1۔ پہلی قسم کے وہ لوگ ہیں جو کسی بھی سوسائٹی کے لائق ترین لوگ ہوتے ہیں یعنی پڑھے لکھے ، سمجھدار لوگ۔ یہ لوگ بہت حساس ہوتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بہت مائینڈ کر جاتے ہیں۔ مثلا ڈاکٹر، انجینئر وغیرہ ایسے لوگوں سے بات کرنے کے لئے حکمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ وہ گم گشتہ میراث ہے جس کو مانگنے کی ضرورت ہے۔ ہماری دین کی کوششوں کے نتائج بر آمد نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ حکمت کی کمی ہے۔ اسے ایک مثال سے سمجھیے۔

1۔ اگر میں آپ سے کہوں کہ اس کمرے سے بڑے اور چھوٹے میزوں کو 5 منٹ میں باہر نکال دیں تو کچھ تو سنتے ہی اطاعت کے جذبے سے فوری ہی نکالنا شروع ہو جائیں گے یہ بہت مطیع و فرمانبردار لوگوں کا درجہ ہے۔ سُنا اور فوراً عمل کیا۔

2۔ دوسرے قسم کے لوگ بات کو پوری توجہ سے سُنیں گے اور سوچیں گے کہ کر تو لیتے ہیں مگر کیا ایسا ممکن ہے۔ وہ کچھ اسیسمنٹ کریں گے اور یہ بھی سوچیں گے کہ کیا یہ چیزیں باہر پوری آ جائیں گی۔ یہ لوگ پھر بھی کہیں گے کہ چلو تھوڑی سی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی اسیسمنٹ میں تھوڑا سا ٹائم تو لگے گا لیکن نتیجہ پہلی صورت سے تھوڑا سا فرق ہو گا۔

پہلی قسم کے لوگ سن کے فوری چل پڑے۔ اس کو اس طرح کہیں کہ اللہ کے نبی ؐ کو سن کر فوری مان لینا، بن سوچے چل پڑنا، کیوں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بات حکمت سے کہی ہوئی ہے اور یہ دوسرا اگروہ کام کو حکمت سے کرے گا۔

3۔ ایک تیسرا اگروہ بھی کھڑا ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ پہلے ہمیں اس کی حکمت بتائیں۔ اس کے کرنے کی کیا وجہ ہے۔ آپ ان تین قسم کے لوگوں کو ذہن میں رکھیں۔ یہ تین قسم کے سامعین ہیں۔ پہلے لوگ جذباتی تھے۔ اُن میں خوبی بھی تھی۔ لیکن انہوں نے ٹھیک طرح سے بات بھی نہیں سُنی اور چل پڑے ایسے لوگوں میں محبت بھی ہے، جذبات بھی ہیں لیکن حکمت کی کمی ہے۔ زندگی میں سب سے مشکل چیز جو مانگی جائے وہ حکمت ہے۔ علم بہت مل جاتا ہے۔ کتابوں سے، نیٹ سے لیکن حکمت علم سے نہیں آتی۔ یہ زندگی کے تجربات کا نچوڑ ہوتی ہے۔

ان تینوں گروہوں میں سے سب سے عقلمند دوسرا گروہ ہے۔اب اس بات کو اپنے اوپر لیں۔جب بھی دین کی دعوت دینے کے لئے نبیؑ نکلے یا آج کے لوگ نکلے تو مختلف قسم کے لوگ ملتے ہیں۔جو لوگ بہت سوال جواب کرتے ہیں انہوں نے دعوت کو عموماًماننا نہیں ہوتا۔ عقل استعمال کرتے ہیں۔پہلی قسم کے لوگ بہت آسان ہوتے ہیں۔ان کے ساتھ بات کرنا، تبلیغ کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔جب بھی کہیں کسی کو دعوت دینے جائیں، درس دینے جائیں توپہلے چیک کریں کہ میرے مخاطب کون ہیں۔ اگر پڑھے لکھے، سمجھدار لوگ ہیں تو دس جملوں میں سے ایک جملہ بولیں۔جملوں کی جگہ پہ لفظ استعمال کریں کیونکہ یہ بہت حساس لوگ ہوتے ہیں۔یہ لوگ نہ تو جذباتی تقریروں سے خوش ہوتے نہ لچھے دار واعظ سے۔ایسے لوگ اس وقت مانتے ہیں جب ان کو دلیل دیں۔ان کے سامنے جو سوچ اور نظریہ رکھیں وہ ایسا ہو کہ یہ قائل ہو جائیں سچ ہے۔

اگر ہم نے حکمت کو پالیا تو نہ صرف یہ کہ ہمارے دین کی زندگی خوشگوار ہو جائے گی بلکہ ہماری دنیا کی زندگی بھی خوشگوار ہو گی۔ حکمت کہتے ہیں مناسب وقت پر مناسب فیصلہ کرنا۔لہذا اپنے آپ سے پوچھا کریں کہ ہمارے نتائج کیوں نہیں نکلتے۔اس کی وجہ یقیناًغلط فیصلے ہوتے ہیں۔تو حکمت مناسب وقت پہ کام کرنے کا نام ہے۔یعنی آرگنائز۔ صحیح بات صحیح وقت پر اور صحیح طریقے سے ہو۔بات کو بار بار رگڑنا نہیں چاہیے۔شروع میں کچھ کچھ اشاروں کنایوں میں بات کریں۔پھر اس کے بعد جب حکمت کے ساتھ یہ کام کریں گے تو بہت فائدہ ہو گا۔ حکمت کے سبب انسان کی سوچ اور علم میں پختگی آتی ہے۔اس کی گفتگو جامع ہو جاتی ہے۔ تیز تیز بولنا اور لمبی لمبی باتیں کرنا حکمت کے خلاف ہے۔اپنی آواز کو ایک ہی ٹون میں رکھنا بھی حکمت کے خلاف ہے۔دوسرے بندے کے ذہنی رجحان کو دیکھنا،

اس کی ترجیحات کو دیکھنا اور یہ دیکھنا کہ وہ کس ماحول سے آیا ہے۔ آپ اپنے بچے کو اُسکے دوست کے سامنے ڈانٹ دیں تو وہ آپکی سونے جیسی بات بھی نہیں سُنے گا۔ جیسے بڑے لوگ کہتے تھے ۔پہلے تولو پھر بولو، یہی حکمت ہے۔

جتنی بھی گھروں میں اداروں میں یا باہر لڑائیاں ہوتی ہیں وہ سب حکمت کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ تو ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھیں اور ہر بندے کا مزاج چیک کریں۔

2۔ پھر دوسرا درجہ ہے مواعظہ۔ مواعظہ کہتے ہیں وہ بات جو دل میں اُتر جائے۔ خوبصورت، نرم بات۔ یہ عوام الناس کے لئے ہوتا کہ کسی بھی معاشرے کی اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہوتی ہے، جن کی عقل میں کچھ زیادہ تنقیدی مادہ نہیں ہوتا کہ آپ کی بات کو تولیں۔ پبلک میں بات جب بھی کریں ایموشنل، جذباتی بات کریں۔ ایسے لوگوں کو فلسفہ اچھا نہیں لگتا۔ پہننے اوڑھنے کا بھی حکمت کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔ درس میں آپ کس دن کیا پہن کے جاتے ہیں۔ بہت زیادہ کسی پارلر سے تیار ہو کے جانا بھی حکمت کے خلاف ہے۔ وہاں پڑھی لکھی باتیں کریں، سائیکالوجی کی باتیں کریں۔ ماحول کے مطابق بات کریں۔ اگر کسی گاؤں میں سیدھے سادے لوگ ہیں تو وہاں ان کے مطابق بات کریں۔ خوشی یا شادی کا موقع اور موت کا درس دینے لگ جائیں تو یہ بھی حکمت کے خلاف ہے۔ بہت سے لوگ درس میں جا کے لڑائیاں اور بحث کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ تو آپ موقع دیکھیں۔ تیل دیکھو اور تیل کی دھار دیکھو۔

کچھ اس طرح کے لوگ سوال کرتے ہیں کہ آپ کو چیک کیا جائے۔ کچھ دوسروں کو شرمندہ کرنے کے لئے اور کوئی اپنا بڑا اپن دکھانے کے لئے سوال کرتے ہیں۔ کچھ لوگ تو پورا مینیو دیتے ہیں کہ

پردے پہ بھی بات کر دیں، سالگرہ پہ بھی بات کر دیں۔ کبھی ایسے سوالوں کا جواب نہ دیں۔ کوئی آپ کا فقہی مزاج چیک کرنے کے لئے سوال پوچھتے ہیں۔ کچھ آپ کا مسلک اور جماعت چیک کرنے کے لئے آپ سے پوچھتے ہیں۔

ضروری نہیں ہے کہ ہر سوال کا جواب دیا جائے۔ جہاں جائیں اچھی بات کریں۔ لہذا لوگوں کے جذبات کو اپیل کریں۔ شروع میں اگر بات دل میں اُتر گئی تو بعد میں بڑی بڑی بات بھی سمجھ جائیں گے۔ کس طریقے سے کس بات کو کرنا یہ بھی حکمت ہی ہے۔ تبلیغ کا مقصد یہ ہے کہ بات پہنچ جائے۔ تبلیغ کا دوسرا مقصد ہوتا ہے کہ لوگ برائی سے رک جائیں۔ اگر تبلیغ سے نتائج اچھے نہیں نکل رہے تو آپ کی تبلیغ کا انداز درست نہیں ہے۔ ساتھی کی نہ تذلیل کرنی ہے، نہ اُسے چھوٹا محسوس کروانا ہے۔ مقصد سراسر خیر خواہی ہونا چاہیئے۔ جو بات دل سے نکلتی ہے وہی دل میں آتی ہے۔ فارسی کا بھی جملہ ہے۔

جو بات دل سے نکلتی ہے وہی بات دلوں تک جاتی ہے۔ تو نرم، سادہ بات کریں۔ اور نہ ہی اتنے سائنس کے فیگرز دیں کہ فزکس کی کلاس ہی لگنے لگ جائے۔

3۔ اور پھر تیسرا درجہ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِيۡ هِيَ اَحۡسَنُ ؕ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا مشن ہوتا ہے اللہ کی مخلوق کو گمراہ کرنا، فاسقین، غلط چیزیں پھیلانے والے، پیشہ ور لوگ جو باقاعدہ لوگوں کو دین سے دور کرتے ہیں۔ فحش کے ذریعے، جن کے بارے میں آپ شک نہیں کر سکتے کہ یہ اندر سے یا باہر سے کیسے لوگ ہیں۔ تو لہٰذا جو اُمتِ مسلمہ کو بگاڑنا چاہتے ہیں تو ان سے وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِيۡ هِيَ اَحۡسَنُ ؕ اور یہ تبلیغ کا آخر ہے۔ جدائی ہوتی ہے لیکن اس طرح بات کریں کہ دوبارہ بھی مل سکیں۔

مثال کے طور پر ذاکر نائیک جو دوسروں کی کتابوں کے ریفرینس بھی دیتے ہیں یہ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ ؕ ان کے غلط عقائد اور باطل عقیدے ان کے سامنے پیش کرو، کیوں کہ اُن کو خود نہیں پتا کہ اُن کی کتابوں میں کیا لکھا ہے۔ تو اس سے اگلے کو پتہ چل جاتا ہے کہ اس شخص کے پاس علم ہے۔ پھر اگر بات کرنی پڑے تو اس انداز سے بات کریں کہ آپ کے طریقے میں بد تمیزی نہ ہو۔ جیسے کہتے ہیں کہ بے وقوفوں کے ساتھ جھگڑا نہ کرو، دوسرے کو پتہ ہی نہیں چلے گا کہ بے وقوف آپ ہیں یا وہ۔

ساری بات کا خلاصہ۔

اپنی زبان کا سوچ کر استعمال کریں۔ اور یہ ہر شخص کے لئے ہے چاہے، کوئی آفس میں ہے، دفتر میں ہے۔ کوئی مذاق نہیں، کوئی چڑچڑا پن نہیں، کوئی ماتھے پر تیوری نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو ہمیں لوگوں سے کٹ ڈاؤن کر دیتی ہیں۔ سنگرز اپنے گلے کی بہت حفاظت کرتے ہیں۔ گرم نہیں کھاتے اور ٹھنڈا بھی نہیں پیتے کیوں کہ گلا خراب نہ ہو جائے۔ اسی طرح سرجن اپنے ہاتھوں کی بہت حفاظت کرتے ہیں کہ اگر انگلیوں میں کٹ پڑ گیا تو جراثیم ہونگے۔ اسی طرح ایک داعیِ دین کو اپنی زبان کی حفاظت کرنی چاہیے۔ اس میں مینیجمینٹ بھی شامل ہے۔ شہد والے چمچے کو اگر زہر میں ڈبو دیں تو وہ میٹھا نہیں رہے گا۔

بعض لوگ اپنے علم کی کمی کو آواز کی سختی سے دور کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی غصہ اور سختی۔ تو ہمیشہ سوچیں جو آپ کے سامنے بیٹھا ہوا ہے اس کے دل میں پتھر نہیں ہے بلکہ ایک نرم دل ہے۔ حکمت کا سب سے خوبصورت انداز یہ ہے جہاں لگے کہ زبان سے کچھ نہیں ہونا تو وہاں دو آنسو بہا دیں۔ چپکے سے

خاموش ہو جائیں اور پھر آپ کا خاموش ہو جانا اگلے کے شعور کو جھنجوڑ دے گا۔ اللہ تو دُشمنوں کی بات کرتے ہوئے بھی کہتا ہے۔ سورۃ الانعام آیت 108 میں آتا ہے کہ ;

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ۔ اور جن لوگوں کو یہ مشرک خدا کے سوا پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں خدا کو بے ادبی سے بے سمجھے برا (نہ) کہہ بیٹھیں۔

بغیر سوچے سمجھے ایسے تیر نہیں پھینکنے چاہیں۔ بعض لوگ تبلیغ میں کام کرنے کو محاذ سمجھتے ہیں۔ جو لوگ دوسروں کو کھری کھری سناتے ہیں اور تبلیغ کے میدان کو وہ ہاتھ کا میدان سمجھتے ہیں۔ اللہ ایسے لوگوں کے بارے میں اگلی آیت میں کہتے ہیں۔

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِينَ ﴿١٢٦﴾ اور اگر تم ان کو تکلیف دینی چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تم کو ان سے پہنچی۔ اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہت اچھا ہے۔

مثال ہے کہ اگر وہ تمہاری تو مسجد گرا دیتے ہیں تو تمہارا دل چاہتا ہے تم بھی ان کا ایک مندر گرا دو، جب کوئی تبلیغ کے نتیجے میں مسلمانوں کو خواہ مخواہ چھیڑے، اس طرح سے چھیڑے کہ مسلمانوں پر زیادتی ہو تو جتنی زیادتی ہو تو تم بھی اتنا ہی بدلہ لے لو وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِينَ اور لیکن اگر تم صبر کرو گے تجھے صبر کرنے والوں کے حق میں یہی بہتر ہے۔ تو پتہ چلا کہ ایک دین دار کو غصہ نہیں کرنا چاہیے ۔ مسلمان جتنا نقصان بدلے کی وجہ سے اُٹھاتا ہے، اُتنا کسی اور چیز سے نہیں اُٹھاتا۔

ایک بڑا پرانا واقعہ چل رہا ہے پاکستان اور انڈیا کے بیچ میں بابری مسجد کا، کہ انھوں نے مسلمانوں کی بابری مسجد گرا دی تھی۔ بدلے میں مسلمانوں نے ان کا ایک مندر گرا دیا۔ اس کے نتیجے میں بہت سارے مسلمان اور بہت سے کافر جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ کبھی بھی کسی کے لئے ایسی بات نہ کریں کہ جس سے وہ چڑ جائے۔ ایک بڑا معروف جملہ جو غالباً محمود غزنوی کے بارے میں بولا جاتا ہے بہت ہی غلط ہے کہ اُنھوں نے کہا سومنات کے مندر توڑ دیے۔ میں بت فروش نہیں بت شکن ہوں۔ یہ بت شکن والا جملہ آخری جملہ ہے۔ اگر کوئی تبلیغ کرے اور کہے پہلے میں بت توڑں گا پھر تبلیغ کروں گا۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تبلیغ نہیں کی۔ 13 سال اسلام آنے کے باوجود مکہ میں دعوت تبلیغ کرتے رہے لیکن کعبہ کے بتوں کو نہیں چھیڑا۔ سن آٹھ ہجری میں مکہ فتح ہوا تو پھر اس کے بعد بُت توڑے گئے۔

مینیجمینٹ کو اپنے کنٹرول میں لینا یہ تو خانہ جنگی ہوتی ہے۔ اسلام اسکی اجازت نہیں دیتا۔ تو لہٰذا اگر تم سے کوئی زیادتی کرے تو صبر ہی کر لو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دین صبر ہی سے پھیلایا تھا اور یہ وہی صبر تھا جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اَجر ملا۔ طائف والوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سلوک کیا، جب فرشتے نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے حکم دے میں اس قوم کو ان دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں شاید ان کی نسلوں میں سے کوئی ایک ہی اسلام پر آجائے اور ان کی نسلوں میں سے محمد بن قاسم آئے تھے جنھوں نے سندھ فتح کیا اور اگر آج ہم ایک آزاد سندھ میں سانس لے رہے ہیں تو یہ اللہ کے نبی کا وہ صبر تھا جو انھوں نے طائف کے موقع پر کیا۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿١٢٧﴾ اور صبر ہی کرو اور تمہارا صبر بھی خدا ہی کی مدد سے ہے اور ان کے بارے میں غم نہ کرو اور جو یہ بداندیشی کرتے ہیں اس سے تنگدل نہ ہو۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر جو آج کیچڑ اچھالا جاتا ہے۔

توسوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں پھر کیا کریں۔ یہ تو اللہ کی ذات پر کیچڑ اچھالنے کی بات ہے مکہ میں تو ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر کچرا پھینکتی تھی۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے جس راستے سے گزرتے اس عورت کو پتہ تھا اور عین اسی وقت وہ عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر کچرا پھینکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہی کچرا اٹھا کے آگے جا کر پھینک کر آگے چلے جاتے تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے تو کسی نے کوڑا نہ پھینکا جب کئی دن ایسا ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ عورت کوڑا نہیں پھینکتی۔ تو آپؐ نے پوچھا وہ عورت کہاں ہے؟ تو بتایا گیا کہ وہ بیمار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حال پوچھنے اس کے گھر چلے گئے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئی۔ متاثر کیسے نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوڑا پھینکنے والوں کو بھی اسلام کی دعوت دیتے تھے۔

اس طرح وہ ایک ضعیفہ کی کہانی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہی شہر چھوڑ کر جا رہی تھی لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس طرح مدد کی کہ اس کا سامان اٹھایا اور اس کے بعد وہ ضعیفہ مسلمان ہو گئی۔ ام جمیل ابو لہب کی بیوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کرتی تھی۔ کہتی تھی کہ ہمارے بیچ میں ایک مُذَمَّم ہے۔ اسکا مطلب سب سے زیادہ مذمت ہو۔ محمد ﷺ کا اُلٹ، کہ

جس کی سب سے زیادہ مذمت ہو۔ صحابہ کہتے کہ اللہ کے نبیؐ یہ آپ کو کہتی ہے تو آپؐ فرماتے پتا نہیں کس کو کہتی ہے میں تو محمد ہوں۔ لہٰذا برداشت کریں اور سکون پیدا کریں۔

اگر اللہ کے دین کے کام کرنے ہیں تو اخلاق بھی نبیوں والے ہونے چاہیے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائی بادشاہوں کو اور غیر مسلم کے بادشاہوں کو خطوط لکھے۔ اس کے ردِّ عمل میں پرویز بادشاہ نے جو ایران کا بادشاہ تھا آپکا خط پھاڑ دیا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے خط نہیں پھاڑا بلکہ اپنی حکومت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہیں۔ وہ خبر پوری ہو گئی کہ اس کے بیٹے نے اس کو قتل کیا تختہ پلٹا اور خود حکمران بن گیا۔ تو ہم کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلے لے سکتے ہیں۔ بس خود نبی کے اسوۂ حسنیٰ پر عمل پیرا ہوں۔ لہٰذا اپنے آپ کو بہتر کرنا ہے اور یہی چیز پھر صبر دے گی۔ اگر ہم آج سنتوں پر عمل کریں تو کسی کو جرأت نہ ملے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بات کہنے کی۔ ہم خود سے پوچھیں کہ اٹھنے سے لے کر سونے تک کتنی سنتیں ہیں جن پر ہم خود عمل کرتے ہیں۔ پھر دوسرے کیسے کریں گے یہ ہمارا آئینہ ہے جو ہمیں تاریخ میں دکھایا جارہا ہے۔ جو آج امتِ مسلمہ کے حالات ہیں وہ ایک سبق دے رہے ہیں کہ اپنی روش بہتر کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے جو بت توڑے تھے تو وہ آخری مرحلہ تھا۔ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ والا عمل تھا۔ پہلے دلوں کے بُت توڑیں۔ لوگوں کے دل اللہ سے جڑ جائیں گے تو کوئی بھی اس سے دور نہیں رہے گا۔ تبلیغ کے نام پر پوری دنیا سے لڑائیاں لی ہوئی ہیں۔ حضرت ابراہیم کے باپ اُن کو گھر سے نکالنے اور مارنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں تو وہ آگے سے کہہ رہے ہیں استغفر اللہ ربی، کہ اباجان میں تو آپ کے لیے بخشش کی دعا کروں گا۔ تو دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صبر والا بنائے۔

یہاں صبر سے مرادری ایکشنری نہیں ہونا۔اس طرح ہم دوسروں کو موقع دیتے ہیں کہ ہمیں اور مارو۔ ایک تھپڑ ماریں گے تو آگے سے چار کھائیں گے۔اگر صبر کرلیں گے تو بہتر ہے بعض لوگ اپنا غصہ اپنی تقریروں میں نکالتے ہیں۔

پہلی دفعہ بات کریں تو اللہ کی محبت پر بات کریں۔زندگی کا مقصد کیا ہے،جنت جہنم، پھر آہستہ آہستہ ایک ایک پوائنٹ پر بات کرتے جائیں۔کسی کو نشانہ بنا کر اس کو شرمسار مت کریں۔تو مخالف کو شرمندگی سے بچانا بھی صبر ہے۔ان کی سازشوں پر بھی صبر کریں۔یہ وہ سازشیں تھیں جو سورۃ انفال میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازشیں کرتے تھے۔اللہ نے کہا کہ یہ اپنے خلاف سازشیں چل رہے ہیں، آپؐ فکر نہ کریں۔

جیسا کہ کہتے ہیں کہ اپنے ہی پاؤں پر خود کلہاڑی مارنا۔اگلی آیت دیکھئے اللہ تعالی خوشخبریاں دیتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ کچھ شک نہیں کہ جو پرہیزگار ہیں اور جو نیکوکار ہیں خدا ان کا مددگار ہے۔

دیندار کا عمل کیا ہونا چاہیے کہ پہلے خود اپنے اندر تقویٰ ہو،خود پہ دین سخت کرو اور دوسروں کو سوفٹ دو جب کہ ہم خود پہ رُخصتوں والا دین رکھتے ہیں اور دوسروں کو مشکل دین دیتے ہیں۔۔تقویٰ یہ ہے کہ دعوت دینے والا دوسروں کو خود عمل کا خوبصورت نمونہ نظر آئے۔اور محسن کیسے بنتے ہیں کہ دوسرے آپ کے ساتھ جیسا بھی رویہ رکھیں آپ محسن بن کر ان کے ساتھ اچھا رویہ رکھیں۔جب اللہ بندے کو مشکل سے بچائے گا تو کون اس کو مشکل میں ڈال سکتا ہے۔

کیا ڈر ہے اگر ساری خدائی بھی مخالف کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

کتنے خوبصورت پیغام پہ سورۃ ختم ہو رہی ہے کہ محسن بنو۔ اللہ محسن بنانا چاہتا ہے۔ تقویٰ اور احسان بندے کو خوبصورت کر دیتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہدایت تو اللہ دیتا ہے اگر ہم حکمت سے بات کریں گے تو اس سے کیا فرق پڑے گا۔ فرق یہی ہے کہ کھلاتا اللہ ہے لیکن پکاتے تو ہم ہی ہیں۔ ذریعہ تو ہم ہی بنتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ دو لوگوں پر رشک جائز ہے۔ ایک وہ جس کو اللہ تعالی نے علم اور حکمت دی اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، ایک وہ جس کو اللہ تعالی نے مال دیا ہے اور وہ دن رات اس کو اللہ کے راستے میں لوٹاتا ہے۔

حضرت ابن عباس ایک علمی شخصیت تھے۔ ان کا لقب مفسّرِ قرآن ہے، ایک موقع پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سینے سے لگایا اور دعا دی اللھمہ فقھنافی الدین۔ کہ اللہ اس کو دین کی حکمت دے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی دعا میں بھی یہ دعا شامل ہے۔ نماز میں اللہ سے دعا کریں کہ اللہ مجھے دین کی حکمت دے اور اس محفل سے کوئی محفل اچھی نہیں ہو سکتی کہ جس میں حکمت ملے۔ حکمت مومن کی گم گشتہ میراث ہے۔ جہاں سے بھی ملتی ہے لے لیں۔ بڑے بڑے جھگڑے اس سے ختم ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حکیم طریقے سے دین کی بات کرنے والا بنا دے۔ آمین